Vol.5 No. 2 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

عطااللہ عیسیٰ خیلوی کے اردو گیتوں میں درد کے رجحان کا تجزیاتی مطالعہ

An Analysis of Pain in Urdu Songs of Attaullah Khan Easkhelvi

***ڈاکٹر خالد محمود:** (لیکچرار: شعبہ مطالعہ پاکستان، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، پاکستان)

ABSTRACT:
Attaullah Khan Easkhelvi was born in a Pathan tribe at the Mianwali district of Punjab. He grew up in the village life and had not an interest in taking education but in the music since his childhood. He recited the qawalies and sang national songs. He is the singer of seven languages and famous in all over the world. He is not only a singer but also worked as play back singer in some films. However, he is considered as the symbolic of pain and ambassador of sorrow due to singing songs in his particular style. He is awarded a number of awards due to his admirable performance. This study is primary research which reveals the pain in Urdu songs of Attaullah Khan Easkhelvi.
Keywords: Music, Radio, Sorrow, Love, Culture, Political, Hearts.

پاکستان کا ضلع میانوالی ایک قدیم اور تاریخی شہر ہے۔ دریائے سندھ پہاڑوں سے نکل کر جب میدانوں میں داخل ہوتا ہے تو اس کا پالا سب سے پہلے کالا باغ کے مقام پر اسی ضلع سے پڑتا ہے جہاں ڈیم تعمیر کرنے کی کامیابی کا سہرا سجانے کی خواہش کئی حکمرانوں کو رہی ہے۔ پنجابی زبان کے شہرۂ آفاق صوفی شاعر میاں محمد بخش (۱۹۰۷۔۱۸۳۰) کے نام پر آباد ہونے والے اس شہر کی مٹی کی زرخیزی کا اندازہ یہاں سے تعلق رکھنے والے نامور ادیب و شعرا، کھلاڑیوں، سماجی کارکنوں اور سیاسی رہنماؤں کی شہرت سے لگایا جا سکتا ہے۔ یوں تو پاکستان کے وزیر اعظم عمران خان (پیدائش۔۱۹۵۲) کا تعلق بھی بنیادی طور پر ضلع میانوالی سے ہے جب انہوں نے ۹۰ء کی دہائی میں کرکٹ کا عالمی کپ جیت کر میانوالی کا نام روشن کیا تو اس سے بہت پہلے یہ شہر عطااللہ خان عیسیٰ خیلوی (پیدائش۔۱۹۵۱ء) کی وساطت سے عالمی سطح پر متعارف ہو چکا تھا۔

عطااللہ خان نیازی اپنی پیشہ ورانہ زندگی میں عطااللہ خان عیسیٰ خیلوی کے نام سے پہچانے جاتے ہیں۔ آپ پنجاب کے ضلع میانوالی کی تحصیل عیسیٰ خیل (۱) میں ایک پٹھان قبیلے (۲) میں پیدا ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ انہیں عرف عام میں "لالہ" بھی کہا جاتا ہے۔ (۳) عطااللہ عیسیٰ خیلوی نے پنجابی، سرائیکی اور اردو زبان میں لاکھوں کی تعداد میں گائیکی گا کر دنیا بھر میں نہ صرف اپنا نام روشن کیا بلکہ اپنے شہر اور ملک کو بھی ایک خاص پہچان دی۔ جس طرح حضرت سچل سرمست (۱۸۲۷ء۔۱۷۳۹ء) کو شاعر ہفت زبان کہا جاتا ہے اسی طرح عطااللہ خان عیسیٰ خیلوی کو گلوکار ہفت زبان کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا کیونکہ آپ نے سات مختلف زبانوں میں گیت گائے۔ یوں تو ان کے پنجابی، سرائیکی اور اردو گیتوں میں عشقیہ درد کا رجحان نمایاں نظر آتا ہے مگر زیر نظر مقالہ میں صرف اردو گیتوں میں درد کے رجحان کا تجزیاتی مطالعہ کیا جا رہا ہے۔

عطااللہ خان عیسیٰ خیلوی نے بچپن سے ہی گیت گا کر اپنے جذبات کو تسلی دینے کی لاشعوری کوشش کی۔ والدین کو اس طرح کا شوق انتہائی ناپسند تھا جس کے سبب عطااللہ کو نوجوانی میں ہی گھر کو خیر باد کہنا پڑا۔ ان کے پاس چونکہ سرچھپانے کے لیے کوئی اور ٹھکانہ موجود نہ تھا لہٰذا بااَمر مجبوری ٹرک پر کنڈکٹر بن گئے۔ میانوالی کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس علاقے کے لوگوں کا پاکستان کی ٹرانسپورٹ میں بہت بڑا کردار ہے۔ چند سالوں کے بعد عطااللہ خان کنڈکٹر سے ڈرائیور بن گئے مگر برسوں تک گھر نہ آسکے، کیونکہ پٹھان قبائل میں بیٹا کتنا ہی بڑا ہو جائے وہ باپ سے بہت خوف زدہ رہتا ہے۔ ٹرک ڈرائیور بن جانا ان دِنوں عطااللہ خان عیسیٰ خیلوی کے لیے ایک طرح سے باعث برکت ثابت ہوا کیونکہ انہوں نے اپنے شوق کو ترک کرنے کے بجائے اسے جاری رکھا۔ ملک کے چپے چپے میں جہاں جہاں ٹرک جاتے تھے وہاں وہاں عطااللہ ڈرائیور سے گلوکار مشہور ہوتے گئے۔ جہاں کھانا کھانے یا چائے پینے کے لیے ٹرک روکتے وہاں ہوٹل پر بیٹھ کر ساتھی ڈرائیوروں کی سماعتوں کو اپنے غمگین گیتوں سے روشناس کراتے۔ پھر وہ وقت آیا جب پورے ملک کے دکھی لوگوں نے عطااللہ خان عیسیٰ خیلوی کو سننا شروع کر دیا اور یوں عطااللہ خان عیسیٰ خیلوی غمگین اور شکستہ دل افراد کے مسیحا بن گئے اور پاکستان کے لوک فنکاروں میں ایک اعلیٰ مقام بنایا۔

صرف یہ نہیں بلکہ عطااللہ کی وجہ سے متعدد شعراء کے کلام کو پذیرائی مل گئی۔ کتنے ہی لوک شعراء تھے جن کی شاعری بہت محدود لوگوں تک پہنچی تھی لیکن عطااللہ نے ان کی شاعری کو گا کر اَمر کر دیا۔ افضل عاجز، فاروق روکھڑی، شیخ محمد صادق، بشیر چوہدری، غلام فرید فریدی، فنا بلند شہری، بری نظامی، نذیر شاہ، محمود احمد، تنویر شاہد، مظہر نیازی، سونا خان بے وس، فدا ملک، کیف چشتی، حیات بھٹی اور مجبور عیسیٰ خیلوی وہ خوش نصیب تھے جن کے کلام کو عطااللہ نے گا کر آنے والی نسلوں تک منتقل کر دیا۔ (۴)

عطااللہ خان عیسیٰ خیلوی ایک منفرد لوک گلوکار ہے جو ملک کے لیے اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ انہوں نے دکھی لوگوں کو جذباتی سہارا دے کے معاشرتی ذمہ داری بطریق احسن انجام دی۔ عطااللہ خان عیسیٰ خیلوی نے اپنی پہچان اس دور میں بنائی جن دنوں گلوکار کو محنت زیادہ کرنا پڑتی تھی جب کہ آلاتِ موسیقی کا سہارا کم سے کم لیا جاتا تھا۔ انہوں کے اپنے بینڈ کے ارکان کو ہر جگہ اپنے ساتھ رکھا۔ جس میں سلامت علی خان نے طبلہ، جاوید علی نے ڈھولک، بابر نے فلوٹ اور صابر علی نے ہارمونیم بجانے کے فرائض انجام دیے۔

Vol.5 No. 2 2022

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

میانوالی سے تعلق رکھنے والے انگریزی ادب کے پروفیسر منور علی ملک نے عطاء اللہ عیسیٰ خیلوی کی سوانح حیات تحریر کی۔ اس سوانح حیات کا عنوان بھی 'درد کا سفیر' ہے۔ اس سوانح حیات کا جواز تحریر کرتے ہوئے پروفیسر صاحب کا کہنا ہے کہ:

"ہمارے نامور گلوکاروں کا یہ حق اہل قلم کے ذمے واجب الادا ہے۔ سیاسی اور غیر سیاسی حکمرانوں پر کتابیں لکھی جارہی ہیں تو فن کی خدمت کے ذریعے لوگوں کے دلوں پر حکمرانی کرنے والوں پر کتابیں کیوں نہ لکھی جائیں؟ امانت علی خاں، ملکہ ترنم نور جہاں، جناب مہدی حسن، جناب غلام علی اور بیسیوں دوسرے نامور فنکار ہماری ثقافت کی تاریخ میں عصر حاضر کے برسر اقتدار لوگ ہیں"۔ (۵)

"اسی ایک آواز کی خاطر لوگوں نے ٹیپ ریکارڈ پلیئر خریدے۔ کیسٹوں کا کاروبار چمک اٹھا۔ جگہ جگہ کیسٹوں کی دکانیں کھل گئیں۔ عطا کے کیسٹوں کی مانگ اس قدر بڑھ گئی کہ ریکارڈنگ کمپنی دن رات کام کرنے کے باوجود مطلوبہ تعداد میں کیسٹ فراہم نہ کر سکی۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لیے کیسٹوں کا کاروبار کرنے والے لوگوں نے اپنے ڈپلی کیٹر خرید لیے اور یوں ایک ایک کیسٹ کی ہزاروں کاپیاں تیار ہو کر مارکیٹ میں آگئیں۔ ہزاروں لوگوں نے لاکھوں روپے کمائے۔ ای ایم آئی، شالیمار ریکارڈنگ کمپنی، پی ایم سی اور سونک جیسے بڑے اداروں نے عطا سے براہ راست رابطہ قائم کر کے دھڑا دھڑ اس کے کیسٹ ریکارڈ کرنے شروع کئے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔عطا کی آواز کی روز افزوں مقبولیت نے ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے کارپردازوں کو بھی اس کی اہمیت کا احساس بہت جلد دلا دیا اور ادھر سے بھی پے در پے بلاوے آنے لگے۔ عطا جب پہلی بار ریڈیو کے لیے ریکارڈنگ کرانے گیا تو ریڈیو سٹیشن کے ڈائریکٹر صاحب نے اپنے کمرے سے باہر آکر عطا کا استقبال کیا۔ آڈیشن Audition کے تکلفات میں پڑے بغیر عطا کو گریڈ اے کا گلوکار قرار دیا گیا۔ ٹیلی ویژن کے ایک پروڈیوسر کا کہنا ہے کہ ٹیلی ویژن کی دنیا میں عطا کو وی آئی پی (اہم ترین شخصیت) شمار کیا جاتا ہے"۔ (۶)

پہلی بار ان کے گیت ریڈیو پاکستان بہاول پور کے لیے ۱۹۷۰ء کی دہائی میں ریکارڈ کیے گئے اور پھر ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر ان کے بغیر موسیقی کو ہمیشہ ادھورا سمجھا گیا۔ عطا اللہ عیسیٰ خیلوی نے چند فلموں میں بھی کام کیا لیکن فلموں میں ان کا کردار عموماً میوزک تک ہی رہا۔ ایک اداکار کی حیثیت سے خاطر خواہ کامیابی نہ مل سکی۔ شاید ان کی دل چسپی بھی گلوکاری تک محدود تھی اور وہ بھی غمگین گلوگاری۔

ایک نجی ٹی وی کے پروگرام میں عطا اللہ خان عیسیٰ خیلوی نے مہمان کی حیثیت سے شرکت کی تو خود کہنے لگے کہ "قدرت نے میرے گلے میں جو مائیکرو چپ لگائی ہے اس میں درد ہی سیٹ کیا گیا ہے یہی وجہ ہے کہ میں سہرا بھی گاؤں تو نوحہ لگتا ہے۔" ۱۹۷۸ء میں عطا اللہ کا البم 'ادھر زندگی کا جنازہ اٹھے گا" منظر عام پر آیا جسے رحمت گراموفون نے ریکارڈ کیا تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب سامعین موسیقی گراموفون کے ذریعے موسیقی سن سکتے تھے۔ یہ آواز میں شامل درد ہی تو ہے جو عطا اللہ کی شہرت کا سبب بن گیا۔ عطا اللہ خان عیسیٰ خیلوی کہتے ہیں کہ:

"یہ اللہ کی دین ہے کہ اس نے ہمارے گلے میں جو چپ فِٹ کی ہے"۔

وہ خود ایک انٹرویو میں کہتے ہیں کہ اللہ بھلا کرے جاپان کا جنہوں نے سن ۸۰ کی دہائی میں آڈیو کیسٹ ایجاد کیے اور پھر لوگوں کے لیے گراموفون کے مقابلے میں آڈیو کیسٹ کا سننا بہت سستا اور آسان عمل تھا پھر ہر گھر میں کیسٹوں کی دستیابی تھی، اس طرح جہاں جہاں آڈیو کیسٹ پہنچتی رہی وہاں وہاں میرے گیت بھی سنے جاتے رہے۔

اس دہائی میں روزگار کے لیے جب پاکستان نوجوان بیرون ملک سفر پر جاتے تو اپنے ضروری سامان کے ساتھ عطا اللہ خان عیسیٰ خیلوی کے گیتوں کے کیسٹ بھی ساتھ لے جاتے، یہ کیسٹ ان کے لیے دیار غیر میں تنہائی کے لمحات میں بہترین ساتھی ہوتے۔ یہی وجہ ہے کہ عطا اللہ خان عیسیٰ خیلوی کو پاکستان میں کیسٹ کا انقلاب لانے والا گلوکار بھی کہا جاتا ہے۔

بیرون ملک عطاء اللہ عیسیٰ خیلوی کی شہرت بیان کرتے ہوئے ایک شخص نے سعودی عرب کا واقعہ کچھ اس طرح بیان کیا ہے کہ:

"ایک شام میں اپنا روزمرہ کا کام ختم کر کے اپنے کیمپ واپس جا رہا تھا۔ میرے ہمراہ ہماری فرم کے دو امریکن انجینئر بھی تھے۔ راستے میں ایک جگہ پاکستانی بھائی کے چھپر نما ہوٹل میں عطا کا ایک کیسٹ با آواز بلند بج رہا تھا۔ میرے قدم بے اختیار رک گئے اور میں ماہیے کے دلگداز بولوں میں کھو کر رہ گیا۔ اچانک نظر اٹھا کر دیکھا تو وہ دونوں امریکی انجینئر بھی کھڑے اس آواز پر سر دھن رہے تھے۔ میں بے حد حیران ہوا کہ میں تو اپنی مادری زبان کے سحر میں گرفتار ہوں مگر ان حضرات پر اس آواز نے یہ کیسا جادو کر دیا۔ ان سے اس محویت کی وجہ پوچھی تو ایک صاحب نے آہ بھر کر کہا:

"This voice makes me feel nostalgic".

'یہ آواز سن کر مجھے گھر کی یاد ستا رہی ہے'۔ اور پھر فوراً ہوٹل میں جا کر انہوں نے منہ مانگے داموں وہ کیسٹ خرید لیا"۔ (۷)

اگر پاکستان میں ملکہ ترنم نور جہاں اور عطا اللہ خان عیسیٰ خیلوی نہ ہوتے تو ان کیسٹوں کو اتنی پزیرائی نہ ملی ہوتی۔ اس پذیرائی کا حق ٹرک ڈرائیوروں نے اس طرح ادا کیا گیا کہ ایک طویل عرصے تک ٹرکوں کے پیچھے عطا اللہ خان عیسیٰ خیلوی کی تصویریں بہت بڑی تعداد میں بنائی جاتی رہیں۔ سرائیکی زبان میں ان کے گیت:

"اے تھیوا مُندری دا تھیوا، ساری عمر کراں میں تیری سیوا، نی خواباں وچ آنڑں والی اے۔ اے والی کن دی والی، سوہنڑیں لگدی قمیض اونوں کالی"

اور "بالو بتیاں وے ماہی ساکوں مارو سنگنڑاں نال"

عطا اللہ خان عیسیٰ خیلوی کے ابتدائی دنوں کے مقبول ترین گیت تھے، جب انہیں گھر سے نکالا گیا اور وہ دربدر کی ٹھوکریں کھانے لگے تو انہوں نے یہ اردو غزل گائی:

Vol.5 No. 2 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

دل لگایا تھا دل لگی کے لیے　　بن گیا روگ زندگی کے لیے

یہ غزل بے حد مقبول ہوئی کیونکہ یہ غزل عطااللہ نے گائی تھی۔ بقول عطااللہ کے ان کے والد محترم کی غصے کی تیز ی اور مزاج کی سختی کے سبب باپ بیٹے میں ذہنی ہم آہنگی نہ ہو سکی۔ ان کا تعلق جس علاقے سے تھا وہاں ہارمونیم کی جگہ بندوق کا کلچر تھا لیکن انہوں نے بندوق کی ثقافت کو نظر انداز کر کے ہارمونیم کے شوق کو جنون کی حد تک اپنا لیا اور بالآخر عطااللہ کو گیت گانے کے شوق میں گھر سے نکلنا پڑا۔ انہوں نے اپنے دل کی صدا کی بغاوت کرنے کی بجائے خاندانی رسوم ورواج کے خلاف بغاوت کی۔

عطااللہ خان عیسیٰ خیلوی نے اپنے گیتوں کو اس انداز سے گایا کہ سننے والا ہر کوئی عطااللہ کے درد کو اپنا درد محسوس کرنے لگتا۔ جب انہوں نے

اِدھر زندگی کا جنازہ اٹھے گا　　اُدھر زندگی اُن کی دلہن بنے گی

گایا تو پسندیدگی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ یہاں واضح رہے کہ انکے ہم عصر درجنوں گلوکار موجود تھے جو فلمی اور غیر فلمی گیت گا گا کر لوگوں کو اپنی جانب مرکوز کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے تھے۔ لیکن ہونا وہی تھا جو قدرت کو منظور تھا۔ بھارت میں مکیش جیسا شہرہ آفاق گلوکار جب یہ گیت گاتا ہے کہ:

وہ تیرے پیار کا غم اِک بہانہ تھا صنم　　اپنی قسمت ہی کچھ ایسی تھی کہ دل ٹوٹ گیا

تو یہ گیت بھی نوجوانوں کے دلوں کی دھڑکن بن گیا۔ میکش کو بھی درد کا گلوکار سمجھا جانے لگا۔ لیکن مکیش کے گیتوں کا یہ درد محض گانے کی حد تک تھا۔ دوسری جانب لتا منگیشتر جب یہ گیت گاتی ہے:

حسن حاضر ہے محبت کی سزا پانے کو　　کوئی پتھر سے نہ مارے میرے دیوانے کو

تو یہی گیت فلم کی کامیابی کی ضمانت بن گیا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اگر فلم سے اس گیت کو خارج کر دیا جاتا تو فلم کامیاب نہ ہوتی لیکن اس کے برعکس یہ بھی ایک کھلی حقیقت ہے کہ ان کربناک گیتوں کے باوجود کبھی بھی مکیش اور لتا کے گیتوں کی پہچان درد نہ بن سکا۔ اس کے متضاد اگر عطااللہ کا یہ گیت:

"قمیض تیری کالی سوہنے پھلاں والی،

بھاویں وسیں توں ولایت، اساں کرنی نئیں رعایت،

تینوں لے کے جاناں اے میانوالی،

قمیض تیری کالی!"

کا مطالعہ کیا جائے تو اس گیت میں بظاہر تو پھولوں کا تذکرہ ہے لیکن محبوب کی قمیض کا کالا رنگ بھی دکھ، درد اور سوگ کی علامت ہے اور عطااللہ کے لہجے میں شامل درد نے اس کی سیاہی کو مزید گہرا کر دیا جو سامعین کے دلوں پر براہ راست اثر کرتا ہے۔ ان کی گائیکی کا طور ہی ایسا ہے کہ خوشی کا گیت بھی گایا تو ایسا لگا جیسے صفِ ماتم بچھا ہوا ہے۔ اسی گیت میں انہوں نے اپنے آبائی شہر میانوالی کو بھی یاد رکھا جس سے ان کی علاقائی محبت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

پاکستان کے ایسے متعدد گلوکار ہیں جنہوں نے عطااللہ کی طرح دردناک گیت گانے کی بھرپور سعی کی جیسے سرائیکی زبان کا شفااللہ خان روکھڑی:

"ارمان تاں لگدا اے، افسوس تاں لگدا اے"

گا کر سامعین کے دل موہ لیے۔ لیکن ان کے اس طرح کے گیتوں کی تعداد بہت معمولی ہے۔ اسی طرح رحیم شاہ نے

"پہلے تو کبھی کبھی غم تھا، مگر اب ہر دم تیری جدائی ہے"

گا کر پاکستان بھر میں شہرت حاصل کی، اس ایک گیت کی وجہ سے رحیم شاہ کو بھی ایک پہچان ملی، اس دردناک گیت کی شہرت کی وجہ سے ہی رحیم شاہ کی شہرت ملک بھر میں ہوئی لیکن اس کے بعد رحیم شاہ کا کوئی اور گیت منظر عام پر نہ آ سکا جسے خاطر خواہ پذیرائی ملتی۔

Vol.5 No. 2 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

اس میں کوئی شک نہیں کہ عطااللہ کی آواز میں درد کا جادو ہے جو سامعین کے قلوب کو متاثر کرتا ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ عیسیٰ خیلوی نے لاکھوں کی تعداد میں گیت گائے لیکن انتہائی معیاری کلام گایا، انہوں نے یہ نہ دیکھا کہ کلام کس کا ہے بلکہ یہ دیکھا کہ کلام کیسا ہے۔ اس طرح روایتی اور معروف شعراء کے بجائے عام شعراء کا کلام بھی منظر عام پر آیا مزید یہ کہ دور دراز علاقوں میں آباد شعراء کی حوصلہ افزائی ہوئی۔

پاکستان میوزک سنٹر کا جاری کردہ عطااللہ خان عیسیٰ خیلوی کا والیم نمبر ۱۱ بہت اعلیٰ کلام پر مشتمل تھا جس میں تین گیت اردو جبکہ دو گیت سرائیکی زبان میں شامل تھے۔ اردو گیتوں میں ایک گیت کے بول:

"چاند جب تک تیرے آنگن میں اترتا ہو گا

یاد کر کے تو میرے پیار کو روتا ہو گا"۔

اور دوسرا گیت

"محبت نہ تیری ہمیں راس آئی

وفا ہم نے کی تو نے کی بے وفائی"

سننے والے سن سن کر تڑپ اٹھتے تھے۔ جب کہ تیسرا گیت عالم گیر شہرت اختیار کر گیا جس کے بول ہیں:

"آ کر ہماری قبر پر تو نے جو مسکرا دیا

بجلی چمک کے گر پڑی سارا کفن جلا دیا

مجھے موت دی کہ حیات دی یہ نہیں سوال کہ کیا دیا

تیری اک نگاہِ ناز نے کوئی فیصلہ تو سنا دیا

پہلے تو پیس پیس کر سرمہ میرا بنا دیا

آئے ہو حال پوچھنے جب خاک میں ملا دیا

چین سے سو رہا تھا میں اوڑھے کفن مزار میں

یہاں بھی ستانے آ گیا کس نے پتا بتا دیا

جھونپڑے میں فقیر کے اس کے سوا رکھا ہے کیا

فرشِ نظر بچھا دیا، تکیہ ئ دل لگا دیا

میرا تمھارا فیصلہ ہو گا خدا کے سامنے

تم نے جو تیغ کھینچ لی، میں نے بھی سر جھکا لیا

جاؤ سدھارو میری جان، تم پر خدا کی ہو امان

بچھڑے ہوئے ملیں گے پھر قسمت نے اگر ملا دیا"

جبکہ سرائیکی کا یہ گیت

"بھانویں جانڑیں یار نہ جانڑیں، اساں تاں توڑ نبھا چھوڑی"

Vol.5 No. 2 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

ناکام عاشقوں کے لیے زخمی قلب کا مرحم بن گیا۔

اس کے برعکس اگر محمد رفیع کے اردو گیتوں میں درد کے رجحان کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کے گیت بھی زخمی دلوں کے جذبات کے لیے راحت کا سبب ہیں۔ مثال کے طور پر:

"ہم تم سے جدا ہو کے، مر جائیں گے رو رو کے"

لیکن ساز میں جو درد عطااللہ کے لیے ایک پہچان بنا وہ درد کسی اور کے حصے میں شاید قدرت نے لکھا ہی نہیں۔

۱۹۸۰ء میں معروف علمی شخصیت جگن ناتھ آزاد بھارت سے عیسیٰ خیل یعنی میانوالی آئے(۸) تو ان کی شان میں عیسیٰ خیل میں ایک محفل موسیقی منعقد کی گئی جس میں عطاء اللہ عیسیٰ خیلوی نے جگن ناتھ آزاد اور ان کے والد تلوک چند محروم کا کلام محبت سے گایا۔ جگن ناتھ آزاد کے لیے یہ بہت ہی جذباتی منظر تھا کہ ان کے اپنے ہی حقیقی وطن میں ان کے ہی والد صاحب کا کلام اسی سرزمین کے گلوکار کی دل سوز آواز میں ان کی سماعتوں کو نصیب ہو رہا تھا۔ یہ وہ لمحات تھے جب جگن ناتھ آزاد اپنے آنسو ضبط نہ کر سکے۔ یہ آنسو ان کے غم اور خوشی کا حسین امتزاج تھے، کیونکہ وہ کئی عشروں بعد اپنی جائے پیدائش پر اپنے دوستوں کے ساتھ بیٹھنے کی سعادت حاصل کر رہے تھے۔ جگن نے عطاء اللہ عیسیٰ خیلوی کے فن کو بھرپور داد دی۔ اپنے وطن لوٹ جانے کے کچھ عرصہ بعد جگن ناتھ آزاد نے ایک خط ارسال کیا جس میں انہوں نے لکھا کہ:

"بھارت میں رہنے والے میانوالی کے تارکین وطن عطا کے کیسٹ بڑے شوق سے سنتے ہیں اور ان کیسٹوں کے باعث ان کے گھر میں ایک میلہ سا لگا رہتا ہے"۔ (۹)

نجی زندگی پر ایک نظر ڈالی جائے تو عطااللہ نے چار شادیاں کیں اور ان کے بچوں کی تعداد بھی چار ہے۔ عطا کی پہلی شادی ان کی بیٹی لاریب عطا متعدد انگریزی فلموں میں بصری آرٹسٹ کی حیثیت سے کام کر چکی ہیں۔ آپ کا صاحبزادہ سانول بھی گلوکاری میں پہچان بنانے کے لیے پر عزم ہے جبکہ ایک بیٹا لندن میں مقیم ہے جو ایکٹر اور ڈائریکٹر کی حیثیت سے فرائض انجام دے رہا ہے۔

عطااللہ خان عیسیٰ خیلوی نے چند قوالیاں بھی پڑھیں، ان کا یہ عارفانہ کلام

ہر درد کی دوا ہے، قلندر کی بارگاہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ بھی معروف ہوا۔ عطاء اللہ عیسیٰ خیلوی نے شادی بیاہ کے کچھ گیت بھی گائے، فلمی گیت اور قومی نغمات بھی گائے، کچھ عرصہ پہلے پاکستان تحریک انصاف کے پلیٹ فارم سے سیاسی نغمے بھی گانے شروع کیے۔ عطااللہ کہتے ہیں کہ:

"عمران خان کا تعلق میانوالی سے ہے، لیکن ملاقاتیں کم ہوئیں، جب سے شوکت خانم ہسپتال کی تعمیر کی تب سے تعلق بنا ہے۔"

عمران خان سے ان کی گہری وابستگی ہے۔ گزشتہ الیکشن (۲۰۱۸ء) کی مہم میں عمران خان کا ساتھ دیا اور پاکستان تحریک انصاف کے سیاسی جلسوں میں عوام کو سیاسی نغمے گا کر سنائے۔ سال ۲۰۱۹ء اور ۲۰۲۰ء میں کئی مرتبہ عطااللہ خان عیسیٰ خیلوی کی موت کی بے بنیاد خبریں سوشل میڈیا پر چلیں۔ (۱۰)

۱۹۹۱ء میں انہیں پرائیڈ آف پرفارمنس کا ایوارڈ دیا گیا، ۱۹۹۴ء میں گینز بک آف ورلڈ ریکارڈ میں گیتوں کے سب سے زیادہ البم گانے کے اعزاز میں آپ کا نام درج کیا گیا۔ ۲۳ مارچ ۲۰۱۹ء کو حکومت پاکستان نے انہیں ستارہ امتیاز کے اعزاز سے نوازا۔ یہ پاکستان کے لیے بہت بڑا اعزاز ہے کہ برطانیہ کی ملکہ الزبتھ دوم (۱۹۲۶ء پیدائش) نے بھی انہیں ایوارڈ سے نوازا۔

حوالے:

۱۔ میانوالی ضلع کی کل تین تحصیلیں ہیں جن میں سے ایک عیسیٰ خیل ہے۔

۲۔ تحصیل عیسیٰ خیل کی سرحدیں صوبہ خیبر پختون خواہ سے منسلک ہونے کے سبب یہاں پٹھان قبائل بڑی تعداد میں صدیوں سے آباد ہیں، حالانکہ میانوالی پنجاب کی حدود میں شامل ہے۔

۳۔ لالہ پشتو زبان میں بھائی کو کہتے ہیں۔

۴۔ چونکہ عطااللہ خان عیسیٰ خیلوی کے حوالے سے اب تک قابل ذکر مواد شائع نہیں ہوا، لہٰذا محقق نے اس دور کے آڈیو کیسٹس کے لیبل کی مدد سے شعراء کے نام معلوم کیے۔

۵۔ ملک، پروفیسر منور علی، [Malik, Professor Munawar Ali] 'درد کا سفیر'، راولپنڈی: سٹوڈیو نمبر ۶، (طبع سوم) ۲۰۱۸ ص ۱۰ تا ۱۱

۶۔ ایضاً، ص ۸۶ تا ۸۷

Vol.5 No. 2 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

۷۔ ایضاً، ص ۲۰ تا ۲۱

۸۔ جگن ناتھ آزاد کا جائے پیدائش میانوالی کی تحصیل عیسیٰ خیل تھی، یہ وہی جگن تھے جنہوں نے بابائے قوم کو فرمائش پر اردو زبان میں پاکستان کا پہلا قومی ترانہ لکھا تھا۔ قائداعظم محمد علی جناح کی وفات کے بعد جگن کو اپنے خاندان سمیت ہجرت کر کے بھارت جانا پڑا تھا۔

۹۔ ملک، پروفیسر منور علی، [Malik, Professor Munawar Ali] 'درد کا سفیر'، محولہ بالا، ص ۱۰۳

۱۰۔ پاکستان کے مقامی اور قومی اخبارات نیز ٹی چینلز اور سوشل میڈیا پر عطاء اللہ عیسیٰ خیلوی کے انتقال کی خبریں گردش میں رہیں۔

ماخذ:

ملک، پروفیسر منور علی، [Malik, Professor Munawar Ali] درد کا سفیر، میانوالی

یوٹیوب ڈاٹ کام، [Youtube.com]

آڈیو کیسٹس، [Audio Cassettes] پاکستان میوزک کمپنی، سونک، پی ایم سی اور شالیمار ریکارڈنگ کمپنی۔

روزنامہ ڈان، [Daily Dawn]

References:

1. There are total three (3) Tehsils in Mianwali District while one of these is Eisa Khel Tehsil.
2. The boundaries of Tehsil Eisa Khel are connected to the Khyber Pakhtunkhwa; that's is why the Pakhtun Tribes have been settled here for centuries however, the Mianwali is included in Punjab province.
3. The elder brother is called as Lala in Pashto language.
4. The written material is not published in respect of Atta Ullah Eisa Khelive yet, therefore, the researcher has found the names of poets with the labels of audio cassettes of that time.
5. Malik, Professor Munawar Ali, Dard ka Safeer (Urdu) [the ambassador of pain), Rawalpindi, Studio number 6 (third edition), 2018. Pp 10-11.
6. Op. cit,. Pp 86-87
7. Op. cit,. Pp 20-21
8. The birth place of Jaggan Nath Azad was Tehsil Eisa Khel of Mianwali; this was the same Jagan who wrote the first national anthom of Pakistan on the recommendation of Quaid-e-Azam Mohammad Ali Jinnah. Jagan Nath Azad had to migrate India with his family after the death of Jinnah.
9. Malik, Professor Munawar Ali, Dard ka Safeer (Urdu), Op. cit. P.101.
10. The fake news regarding the death of Atta Ullah Eisa Khelvi spread on local and national newspapers as well as TV Channels and Social Media.

Sources:

1. Malik, Professor Munawar Ali, Dard ka Safeer (Urdu) [the ambassador of pain), Mianwali.
2. Youtube.com
3. Audio Cassettes of Pakistan Music Company, Sonic, PMC, Shalimar Recording Company.
4. Daily Dawn